علمی مضامین سلسلہ نمبر ۸

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حیاتِ مسلم کی ایک جھلک

قربانی، اِیثار اور تقسیمِ دولت کی نادر مثال ۔ نعروں کے بجائے عمل

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ﴾

آنحضرت ﷺ کی دعوت کے تیرہ سال اَز ۶۰۹ء تا ۶۲۲ء مکہ میں گزرے اِس تیرہ سال کے عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہوگئی مگر اُن کی حیثیت ایسی نہیں تھی کہ جماعتی نظم قائم ہو سکے، ایک بڑی تعداد کو مجبور ہو کر اپنے وطن (مکہ) سے نکلنا پڑا اُنہوں نے حَبَش جا کر پناہ لی، جو مسلمان مکہ میں تھے وہ رات دِن طرح طرح کے مصائب میں مبتلا تھے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے قریبی رشتہ دار تقریبًا تین سال تک شعب اَبی طالب میں محصور رہے مکہ کے باشندوں نے اُن سے بائیکاٹ رکھا لیکن اِس اِنتشار اور پراگندگی کی صورت میں اگرچہ کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں پیش کیا جا سکتا تھا مگر اِس دو حرفی پروگرام پر اِس لاچارگی اور بیچارگی کے زمانہ میں بھی برابر عمل ہوتا رہا ﴿کُفُّوْآ اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾

سیرتِ مقدسہ پر نظر رکھنے والا اِس فیصلہ پر مجبور ہے کہ مکی زندگی کے تیرہ سالہ دور میں ایک بنیادی مقصد عمل کو پوری سرگرمی کے ساتھ کامیاب بنایا گیا، عام محاورہ کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کچھ نظریات پیش کیے گئے اور ذہنوں کو اُن کے لیے ہموار ہی نہیں کیا گیا بلکہ اُن نظریات کو ذہنوں میں رچا دیا گیا۔

آج کل دولت، سرمایہ داری اور تقسیمِ دولت کی بحث ہے اِس مناسبت سے وہی نظریات پیش کیے جا رہے ہیں جن کا تعلق اِس موضوع سے ہے سورۂ بلد اُسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی جس کی چند آیتوں کا ترجمہ یہ ہے :

''کیا اِنسان خیال کرتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہیں چلے گا، کہتا ہے کہ میں نے بیشمار دولت خرچ کر ڈالی، میں نے کھپایا مال ڈھیروں۔ (ترجمہ : شاہ عبدالقادرؒ)
کیا یہ سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا ہے اُس کو کسی نے، کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں نہیں دیں ؟ زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے ؟ اور کیا ہم نے اُس کو دونوں راستے نہیں بتا دیے ؟ پس وہ گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا، آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے ؟ (گھاٹی یہ ہے) چھڑانا کسی گردن کا (مصیبت زدہ غلاموں کو رہائی دلانا) یا کھلانا بھوک کے دِن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک میں رہنے والے مسکین (محتاج) کو۔'' [1]

سورۂ دہر بھی اُسی زمانہ میں نازل ہوئی جس کی چند آیتوں کا ترجمہ یہ ہے اِن آیتوں میں اللہ کے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

''ایسے وقت کہ جب خود اُن کو کھانا محبوب ہوتا ہے اور خود اپنے اَندر اُس کی ضرورت اور طلب محسوس کرتے ہیں اِس کے باوجود وہ مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اُن کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ ہم صرف اللہ کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں تم سے ہمیں نہ کوئی بدلہ درکار ہے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا شکریہ اَدا کریں۔'' (سورۂ دہر پارہ ۲۹)

---

[1] سورۂ بلد پارہ ۳۰

سُوْرَۃُ الْھُمَزَہ کی چند آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے وہ سرمایہ دار کے خلاف کس شدت سے گرج رہی ہیں۔

''بڑی خرابی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو پس ِپشت عیب نکالنے والا ہے اور رُو دَررُو طعنہ دینے والا ہے، (یہ وہ مغرور اور متکبر ہے) جس نے سمیٹا مال اور اُس کو گن گن کر رکھا جو سمجھتا ہے کہ اُس کا مال سدا رہے گا اُس کے ساتھ (اُس کی دولت دوام پذیر ہوگی) ہرگز نہیں ! ایسا شخص یقیناً پھینک دیا جائے گا ''حُطَمَۃْ'' میں اور تم جانتے ہو کہ حُطَمَۃْ کیا ہے ؟ وہ آگ ہے جو بھڑکائی گئی ہے خدا کی طرف سے جو جھانک لیتی ہے دلوں کو، وہ اُن پر بند کردی جائے گی (مونڈ دی جائے گی) لمبے لمبے ستونوں میں۔''

اِس مضمون کی آیتیں جو مکہ معظّمہ کے اُس دور میں نازل ہوئیں۔ قدرتی بات ہے کہ اُنہوں نے اِس مقدس جماعت کے دلوں کو مال و دولت کی محبت سے پاک کردیا اور یہاں تک نکھار دیا کہ درہم و دینار سے اُن کو ایسی ہی نفرت سے ہوگئی جو اُونٹ اور بھیڑ کی مینگنیوں سے نفرت تھی۔

اِن تعلیمات کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنا تمام سرمایہ جو زمانہ تجارت میں کمایا تھا خرچ کر کے فاقہ کو دولت قرار دے چکے ہیں۔ اُن کی رفیقۂ حیات ِطاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو مکہ کے دولت مندوں میں سب سے اُونچا درجہ رکھتی تھیں اپنی تمام دولت خرچ کر کے فقر و فاقہ کو نعمت تصور کرنے لگیں، وفات ہوئی تو ترکہ میں ایک بھی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر کیا جاسکے۔ اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے پاس اِسلام لانے کے دِن چالیس ہزار کا سرمایہ تھا، جب وہ مکہ سے روانہ ہوئے تو صرف پانچ ہزار باقی تھے اِس عرصہ کے کاروباری منافع کے علاوہ اصل پونجی یعنی پینتیس ہزار صرف ہوچکے تھے۔ اَلبتہ گردن چھڑانے کی ہدایت جو قرآنِ پاک میں کی گئی تھی اُس کے مظاہرے کھلے طور پر سامنے آتے ہیں، کتنے ہی غلام ہیں جن کو خرید کر آزاد کیا گیا، کتنے ہی مقروض ہیں جن کے قرضے اَدا کیے گئے، خدا جانے کتنے بھوکے ہوں گے جن کی ضروریات کا تکفل فرمایا گیا ہوگا۔ حلیمہ سعدیہ

جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو دُودھ پلایا تھا جن کے یہاں خشک سالی ہوئی اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس اِمداد کے لیے پیغام بھیجا، حضرت خدیجہؓ نے چالیس بکریوں کا ایک گلہ خرید کر اُن کے حوالہ کر دیا۔

جو آیتیں اُس زمانے میں نازل ہوئیں اُن میں ایک فرض یہ بھی قرار دیا گیا کہ دُوسروں کو غربا پروری پر آمادہ کریں یعنی بخل اور سرمایہ پرستی کے جراثیم جس طرح اپنے اَندر سے ختم کریں اِسی طرح دُوسروں کو بھی اِس کی دعوت دیں اور دَاد و دہش کی فضا بنائیں۔

سورۃ الحاقہ کی آیات نمبر ۳۰ تا ۳۲ کا ترجمہ یہ ہے :

''اُس شخص کو پکڑو اور اُس کے طوق پہنادو پھر دوزخ میں اُس کو داخل کر دو پھر ایسی زنجیریں جن کی پیمائش ستر گز ہے اُس کو جکڑ دو (کیوں، یہ عذاب کس لیے ؟ وجہ یہ ہے) یہ شخص خدائے بزرگ پر اِیمان نہیں رکھتا تھا اور غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا، اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج (مرنے کے بعد قیامت کے روز) اُس شخص کا نہ کوئی دوست دار ہے اور نہ اُس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے (اگر کچھ ہے تو) صرف زخموں کا دھوون ہے جس کو صرف وہی کھائیں گے جو ترے گنہگار (پاپی) ہوں گے۔'' (سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ ۳۰۔۳۲)

تم نے دیکھا اُس کو جو جھٹلاتا ہے اِنصاف کو (پاداشِ عمل پر یقین نہیں رکھتا) یہ وہی ہے جو دھکیلتا ہے یتیم کو، جو ضرورت مند (مسکین) کو کھانا دینے کی تاکید اور ترغیب نہیں کرتا، سو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں جو دِکھاوا (ریاکاری) کرتے ہیں جن کی تنگدلی کا یہ عالم ہے کہ برتنے اور اِستعمال کرنے کی چیز مانگے پر دینی گوارا نہیں کرتے۔ (سورۃ الماعون ۱ تا ۷) اِس کے علاوہ سورۂ فجر ۱۶ تا ۲۰، وغیرہ۔

مکی زندگی کا دور ختم ہوا، مہاجرین کا قافلہ مدینہ پہنچا، یہاں ایک نہایت پیچیدہ اِقتصادی سوال پیدا ہوا، مدینہ خاص کی آبادی جو اِسلام کی پناہ گاہ تھی وہ ڈھائی ہزار سے زیادہ نہ تھی وہ جانباز مخلص جو اپنی

ذمہ داری پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مدینہ طیبہ لائے تھے بیعتِ عقبہ کے وقت اُن کی تعداد بہتر (۷۲) تھی اُن کے رُفقاء اور معاون جو مدینہ طیبہ میں تھے وہ چند سو سے زیادہ نہ تھے مختصر یہ کہ زیادہ سے زیادہ پانچ سو افراد ہوں گے جو مدینہ طیبہ میں اِس تحریک کے ذمہ دار تھے اُن میں سے غریب اور تہی دست بھی تھے، جو صاحبِ حیثیت تھے اُن کے پاس نہ کوئی کارخانہ تھا نہ کوئی تجارتی منڈی تھی، نہ صنعت و حرفت کا کوئی سلسلہ تھا، صرف کاشتکار تھے جن کے پاس زراعت کے لیے تھوڑی تھوڑی زمینیں تھیں یا کھجوروں کے باغات تھے۔

ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو کم و بیش ایک سو افراد بہت تھوڑے عرصہ میں مدینہ پہنچ گئے اُن میں سے بہت سے وہ تھے جو اپنے وطن مکہ میں اچھی خاصی حیثیت رکھتے تھے لیکن جس صورت سے اُن کو وطن (مکہ) چھوڑنا پڑ رہا تھا وہ حد درجہ خطرناک تھی اُن کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے ساتھ وہ سرمایہ لا سکیں پوری رازداری کے ساتھ چھپ کر نکل آنا ہی بہت بڑی کامیابی تھی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ کے ایک رئیس گھرانے کے ایک فرد تھے اُن کے اِرادۂ ہجرت کا پتہ چل گیا تو خاندان کے آدمیوں نے اُنہیں گرفتار کر لیا اُنہوں نے اِنتہائی عاجزی وزاری کی تو اِس شرط پر یہ روانہ ہو سکے کہ اپنے سرمائے میں سے اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جائیں گے۔

مہاجرین کے سلسلے میں صرف مکہ ہی کے حضرات نہیں تھے بلکہ جب مدینہ طیبہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تو اگرچہ تعداد کتنی ہی تھوڑی تھی مگر اُن سب کے لیے پناہ گاہ بن گئی تھی جو مختلف قبائل کے اندر اِکا دُکا اِسلام سے مشرف ہو چکے تھے یہ حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔

اِقتصادیات کے ماہرین کے لیے ایک نہایت دلچسپ سوال ہے کہ اِن بے روزگاروں کے لیے روزگار کی کیا شکل کی جائے ؟ اُن کا تقدس اِس کی اِجازت نہیں دیتا کہ کسی کے ایک پیسے پر بھی نظر ڈالیں خود تہی دست ہیں ذریعہ معاش کوئی نہیں خود مدینہ میں ایک کافی تعداد بڑے لوگوں کی ہے جو صاحبِ دولت ہیں لیکن مسلمان نہیں ہوئے، مدینہ کے آس پاس یہودیوں کے قبیلے ہیں وہ بہت خوش حال بڑے دولت مند اُن کی تجارتی کوٹھیاں بھی ہیں اور اُن کے پاس تجارتی منڈیاں بھی لیکن اُن کے

سامنے جھکنا خودداری اور اِسلامی غیرت کے خلاف ہے۔

جیسے ہی محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے مدینہ کے مسلم اور غیر مسلم باشندوں سے ایک معاہدہ ہوگیا اور اِس طرح ایک ایسا نظام قائم ہوگیا جس کو حکومت یا مملکت کہا جا سکتا ہے ممکن تھا کہ اِس نظام کے ذریعہ کوئی ٹیکس عائد کر دیا جاتا لیکن یہ بات اِسلامی خودداری کے قطعاً مخالف تھی کہ اپنی ضرورتوں کے لیے اُن سے ٹیکس وصول کریں جو ذہنی طور پر ہمنوا اور حامی نہیں ہیں، غیرت اور خودداری کا تقاضا یہ تھا کہ نووارد مسلمانوں کے لیے اِمداد کی اپیل کی جائے جو صرف اُن سے جو ہر طرح اپنے آپ کو اِسلام کے لیے پیش کر چکے تھے لیکن ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ کے اُصول کا تقاضا یہ تھا کہ اُن پر بھی کوئی جبر نہ کیا جائے، اِسلام کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ دِلوں میں وہ اِنقلاب پیدا کر دیا جائے کہ وہ خود اپنی طرف سے اِمداد کا قانون بنائیں، کوئی سیاسی لیڈر ایسے موقع پر یہ کرسکتا تھا کہ کچھ جائیدادیں ضبط کرے تاکہ بے روزگاروں کا کام چلے اور نظام قائم ہوسکے لیکن اِس سے آپس میں محبت ہرگز نہیں قائم ہو سکتی تھی۔

اِسلامی تعلیمات نے بہت ہی تھوڑی مدت میں معجزہ کے طور پر ایک خاص وصف مسلمانوں کے اَندر پیدا کر دیا تھا اُس وصف کا نام ''اِیثار'' ہے اِس اِیثار نے ایک اِشارہ کیا آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ ذہانت نے اِس اِشارہ کو سمجھا، آپ نے ایک تجویز پیش کی کہ جو مدینہ کے اصل باشندے ہیں اور جو مکہ کے آنے والے مہاجر ہیں اُن کے اَندر قانونی بھائی چارگی قائم کر دی جائے یعنی صرف زبانی دوستی اور اُخوت نہیں بلکہ ایسی اُخوت جو دو نسلی بھائیوں کے اَندر ہوتی ہے، آپ نے تجویز پیش کی کہ ایک اَنصاری ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنالے، حضراتِ اَنصار یعنی مدینہ کے اصل باشندوں نے بڑی خوشی سے اِس تجویز کو منظور کرتے ہوئے عمل کی تمام ذمہ داری آنحضرت ﷺ کے حوالے کر دی، آپ نے نام بنام بھائی چارہ قائم کر دیا یعنی یہ مہاجر فلاں اَنصاری کا بھائی ہے، اِس بھائی چارہ کے معنی یہ تھے کہ مہاجر اِس اَنصاری کی تمام اِملاک کے اندر برابر کا شریک ہوگیا، جس قدر جائیداد ہے باغ ہے مکان ہے تو آدھا اَنصاری کا یعنی مدینہ کے اصل باشندے کا اور آدھا اُس بھائی مہاجر کا۔

ایک لطیفہ یہ تھا کہ مہاجر بھائی کاشت سے قطعاً ناواقف اُس کا پیشہ تجارت اُس کا وطن مکہ

جہاں کھیت اور کاشت کا نام نہیں، اُس کو اگر اَنصاری کی جائیداد مل بھی گئی تو اپنی زندگی میں یہ اِنقلاب پیدا کرنا مشکل تھا کہ وہ کاشتکار بنتا ہل جوتتا اور کھیتوں کو سیراب کرتا۔ یہ حضراتِ اَنصار کا مخلصانہ اِیثار تھا کہ اُنہوں نے اپنی جائیدادوں اور باغوں کا آدھا حصہ دیا اور یہ بھی طے کر دیا کہ کاشت کا تمام کام وہ کریں گے حضراتِ مہاجرین کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اَلبتہ آمدنی آدھی اُن کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔

موضوعِ کلام سے کسی قدر ہٹ کر یہ عرض کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ حضراتِ اَنصار (باشندگانِ مدینہ) جن کے لیے اِیثار کر رہے تھے وہ بھی سیاسی رنگروٹ [1] نہیں تھے، یہ وہ تھے جن کو محمد رسول اللہ ﷺ کا فیضِ تربیت اَعلیٰ اَخلاق سے آراستہ کر چکا تھا۔ حضراتِ اَنصار کے اِیثار کے جواب میں اِن مہاجر بزرگوں نے کامیابی کے جھنڈے نہیں لہرائے جلوس نہیں نکالے، شکریہ کی رسمی تجویزیں نہیں پاس کیں بلکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں نے اپنے اَنصاری بھائی سے کہا آپ کے اِخلاص کا شکریہ مجھے ایسا بازار بتا دیجیے جو زیادہ چلتا ہو، اَنصاری بھائی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اُن کو قبیلہ قَیْنُقَاعْ کے بازار میں پہنچا دیا، (یہ وہاں بظاہر خوانچہ لگا کر بیٹھ گئے) اور دن بھر اِتنے دام کما لیے کہ شام کو جب واپس ہوئے تو اَنصاری بھائی کے لیے کچھ پنیر اور کچھ گھی بھی خرید کر لیتے آئے۔ (بخاری شریف ص ۲۷۵)

دورِ حاضر کی تہذیب جس کو اپنی ترقی پر ناز ہے اِن نو واردوں کو جو کسی سیاسی قانونی اِستحقاق کے بغیر باشندگانِ مدینہ کی اِملاک میں حصہ دار بن گئے تھے اگر کسی وجہ سے اِخراج کا حکم نہ دیتی مگر جائیدادوں کی تقسیم کی چسک [2] اور ٹیس اُن کے دِلوں کو ضرور تڑپاتی رہتی اور اِس بنا پر ناممکن تھا کہ اُن کے دلوں میں مہاجرین سے محبت پیدا ہوتی لیکن اَخلاقی تربیت کی یہ برکت تھی کہ اُن حضرات کے دِلوں میں مہاجرین سے محبت ہی نہیں بلکہ عقیدت قائم ہوگئی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو اُن کے اَنصاری بھائی کی بیوی حضرات اُم العلاء کو یقین تھا کہ ایسا مقدس بزرگ یقیناً

[1] Recruit کا مورد، نیا سپاہی، نوآموز [2] ہلکا درد

اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عزت کا مستحق ہے وہ صدمہ کا اِظہار کرتے ہوئے فرما رہی تھیں شَهَادَتِیْ عَلَیْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یقیناً عزت بخشی ہے۔

٣ھ میں غزوہ بنونضیر ہوا، اِس موقع پر بنونضیر کی ضبط شدہ جائیدادیں آنحضرت ﷺ کے حوالے ہوئیں، اُصولاً آنحضرت ﷺ کو حق پہنچتا تھا کہ اُن کو ذاتی مِلک قرار دے لیتے یا اپنے خاندان کے لیے مخصوص کر دیتے مگر آپ نے اُن جائیدادوں کی تقسیم کا فیصلہ فرمایا اور یہ پورا تعلقہ[1] حضراتِ مہاجرین کو تقسیم کر دیا۔ اِس موقع پر حضراتِ اَنصار نے جس اِیثار کا ثبوت دیا وہ بھی ناقابلِ فراموش حقیقت ہے یہ اَنصار تقریباً ڈھائی سال سے مہاجرین کے مصارف برداشت کر رہے تھے، دورِ حاضر کی روشن تہذیب جو ہمدردی نوعِ اِنسان کی بلند بانگ دعویٰ دار ہے اگر وہ کارفرما ہوتی تو اَنصار کا مطالبہ یہ ہوتا کہ یہ ضبط شدہ جائیداد مصارف کے عوض میں اُن کے حوالے کی جائے، یہ یہاں کے اصل باشندے بھی ہیں اور تین سال سے پوری جماعت کا خرچ بھی برداشت کر رہے ہیں لیکن اِس کے برعکس جب آنحضرت نے یہ اِرادہ ظاہر فرمایا کہ یہ تعلقہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا جائے گا اور جو جائیدادیں بھائی چارے کی بنا پر اَنصار نے مہاجرین کو دی تھیں وہ اُن کو واپس کر دی جائیں تو تاریخ نے وہ الفاظ محفوظ کر لیے جو حضراتِ اَنصار نے عرض کیے تھے لَا، بَلِ اقْسِمْ هٰذِهٖ فِیْهِمْ، وَاقْسِمْ لَهُمْ مِنْ اَمْوَالِنَا مَاشِئْتَ ''نہیں حضرت یہ نہیں ہوگا، بنونضیر کی تمام جائیداد حضراتِ مہاجرین ہی کو دے دیجیے اور نہ صرف یہ جائیداد بلکہ ہماری طرف سے آپ کو اِختیار ہے کہ خود ہماری جائیدادوں میں سے بھی جو کچھ آپ چاہیں اُن کو عنایت کر دیں۔'' (تاریخ المدينة لابن شبة ج٢ ص ٤٨٨)

یہی حضراتِ اَنصار ہیں جنہوں نے دُوسرے موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کچھ آپ لیں گے وہ اِس سے بہت بہتر ہوگا جو ہمارے پاس رہ جائے گا۔ (سیرة اِبن ہشام وغیرہ)

✿ ✿ ✿

---

[1] ملکیت، جائیداد